Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 36, Sr.No.100, 2015, pp 39 - 44

مجلّہ تحقیق
مجلّہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد ۳۶، جولائی۔ستمبر ۲۰۱۵ء، شمارہ ۱۰۰

خواجہ غلام فرید: ملفوظات کی روشنی میں ایک نفسیاتی مطالعہ

شازیہ خالد☆ شمیلہ طارق☆☆

Abstract:
Khwaja Ghulam Farid (1845-1901) of Kot Mithan, Punjab is a great Chishti Nizami sufi master and one of the greatest sufi poets in the history of Punjabi/Saraiki literature. His poetry, letters and discourses are widely recognized by poetry lovers, Sufis and researchers. Most of these works have been translated in different languages.
His Discourses are a rich source of some important information regarding his taste, feelings, behavior and different mystic states that helps us to have a direct and close introduction of his unique personality.
This article provides a brief and interesting psychological study of Khwaja Ghulam Farid in the light of his discourses.
Keywords: Khwaja Ghulam Farid, Discourses of Khwaja Ghulam Farid, A psychological study of Khwaja Ghulam Farid.

صوفی لٹریچر میں نفسیات دانوں کی دل چسپی کا خاصا مواد ملتا ہے جس سے انسانی شخصیت، مزاج، کیفیات اور رویوں کو سمجھنے میں کافی مدد ملتی ہے۔ مختلف ممالک کے بہت سے ماہرینِ نفسیات نے صوفیانہ ادب کے ایسے پہلوؤں کو موضوعِ تحقیق بنایا ہے اور ان کے ایسے تحقیقی مطالعات کو وسیع پیمانے پر پذیرائی بھی حاصل ہوئی ہے۔

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف سائیکالوجی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور
☆☆ لیکچرر، ڈیپارٹمنٹ آف سائیکالوجی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

مشہور چشتی بزرگ اور سرائیکی کے عظیم شاعر خواجہ غلام فرید (۱۸۴۵۔۱۹۰۱ء) ایک ایسے ہی صوفی دانشور ہیں جن کی شاعری، خطوط اور ملفوظات میں ایسے بہت سے نکات موجود ہیں جو ماہرینِ نفسیات کے لیے غیر معمولی کشش رکھتے ہیں۔ خاص طور پر ان کے ملفوظات (discourses) میں کئی ایسے اہم اشارے موجود ہیں جن کی مدد سے خود ان کی شخصیت، مزاج اور کیفیات کو بہتر طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ برصغیر کے صوفیۂ کرام میں انھیں یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ انھوں نے اپنی بہت سی روحانی کیفیات اور نفسیاتی سرگذشت بڑے اہتمام سے خود بیان کی ہے۔ اپنی گفتگوؤں میں انھوں نے اپنی شخصیت اور مزاج کے کئی ایسے گوشے نمایاں کیے ہیں جو عام طور پر ان کی شخصیت کے مجموعی تاثر سے ظاہر نہیں ہوتے۔ گویا انھیں اس کا بہ خوبی ادراک تھا کہ بہ ظاہر غیر اہم نظر آنے والی یہ باتیں سرسری نہیں ہیں، بے پناہ اہمیت رکھتی ہیں اور ان کا بیان بے حد ضروری ہے۔

خواجہ غلام فرید کی شعر وسخن اور سرود وسماع سے وابستگی کے بارے میں ہم عمومی طور پر جانتے ہیں کہ وہ چشتی نظامی سلسلۂ طریقت کے شیخ تھے اور ان کا صوفی سلسلہ شعر و شاعری اور سماع کو بہت اہمیت دیتا ہے بلکہ انھیں اپنا شعارِ طریقت قرار دیتا ہے۔ وہ خود اعلیٰ درجے کے شاعر اور ماہرِ موسیقی بھی تھے۔ ذوق کی حالت میں قوالوں سے مختلف راگ سننا ان کا معمول تھا اور اس حالت میں ان پر اکثر گریہ طاری ہو جاتا تھا اور کبھی کبھی وجد و استغراق کی شدّت میں وہ جلال الدین رومی اور بہت سے دوسرے صوفیوں کی طرح رقص بھی کرتے تھے۔ گویا وہ دنیا و مافیہا سے بالاتر ہو کر محویت کی اس اعلیٰ وارفع حد کو چھو لیتے تھے جو عام انسانوں کی دسترس سے کافی دور ہوتی ہے اور خواص کو بھی عارفانہ کیف وسرور کے اس مقامِ خاص تک پہنچنے کے لیے بہت ریاضتیں کرنا پڑتی ہیں (شیخ، ۹۰۔۲۵۸)۔ ان کے ملفوظات ہمیں ان کے مزاج اور کیفیات کے بارے میں بعض خاص معلومات بھی فراہم کرتے ہیں مثلاً یہ کہ وہ پھولوں اور خوشبو کے شیدائی تھے۔ ان کے اہلِ خانہ بھی یہ جانتے تھے اور کئی بار گھر سے ان کی خدمت میں پھول بھجواتے تھے۔ یہ پھول خانقاہ میں قائم ان کی مجلس میں انھیں پیش کیے جاتے اور وہ انھیں سونگھ کر اپنی کلاہ میں رکھ لیا کرتے تھے (رکن الدین، ۵۰۹)۔ کئی بار ان کے خادم بھی انھیں

پھول پیش کیا کرتے تھے۔ایک بار وہ عصر کی نماز با جماعت ادا کرنے کے بعد تلاوت میں مصروف ہوگئے۔ فارغ ہوئے تو کسی خادم نے کچھ پھول پیش کیے۔ انھوں نے بڑی رغبت سے وہ پھول دونوں ہاتھوں میں لے کر سونگھے اور اسے گلاب کے پھول لانے کا کہا۔ وہ گلاب کے پھول چن لایا اور خواجہ غلام فرید دیر تک ان کی خوشبو سے لطف لیتے رہے (رکن الدین، ۵۱۷)۔ گویا خانقاہ کے مردانہ وزنانہ دونوں حصّوں میں پھولوں کے پودے لگے ہوئے تھے۔ یہ سب ظاہر کرتا ہے کہ وہ حسنِ فطرت کے کتنا قریب تھے اور پھولوں کی لطافت اور ان کا رنگ و بو انھیں جمالِ ازلی کی یاد دلاتا تھا۔ اس کے علاوہ انھیں پھلوں کی خوشبو بھی اچھی لگتی تھی۔ایک بار انھوں نے سنگترے منگوا کر ان کی خوشبو سونگھی اور کہا:

> پھلوں کی خوشبو میں سے دو چیزوں کی خوشبو مجھے زیادہ پسند ہے۔
> ایک خربوزے کی خوشبو، سبحان اللہ سبحان اللہ، دوسری سنگترے کی
> (رکن الدین، ۹۱۴)

اس سے خواجہ غلام فرید کی حسّی لطافت اور خوبیِ ادراک کا اندازہ ہوتا ہے۔

بادلوں، بجلی اور بارش میں بھی انھیں بہت کشش محسوس ہوتی تھی اور ایسا موسم ان کے مزاج پر بہت خوشگوار اثر ڈالتا تھا اور کبھی کبھی بے خودی سی بھی طاری کر دیتا تھا۔ان کی بہت سی کافیوں میں بھی اس کا اظہار ہوا ہے۔ایک بار:

> بادل زیادہ ہو گیا اور بجلی چمکنے لگی...آپ سرور و انبساط کے عالم میں پلنگ سے اتر کر دو تین قدم آگے آئے اور ابر کا مشاہدہ کرنے لگے۔ بجلی چمک رہی تھی اور بادل گرج رہا تھا جسے دیکھ کر آپ بہت خوش ہو رہے تھے۔اور ''اللہ اکبر''، ''اللہ اکبر'' کے نعرے لگا رہے تھے (رکن الدین، ۳۰۰)

ایک بار کچھ بادل چھائے ہوئے تھے، انھوں نے ارادت مندوں سے پوچھا کہ بادل ہلکے

ہیں یا گہرے؟ بتایا گیا کہ گہرے ہیں تو اٹھ کھڑے ہوئے اور سب سے کہا:

چلو چلو ابر کی زیارت کرتے ہیں (رکن الدین، ۴۸۰)

چنانچہ کمرے سے باہر آ کر بادلوں کا نظارہ کرتے رہے اور پھر نمازِ عصر کے بعد مسجد کے صحن میں بیٹھ کر بھی بادلوں کو دیکھ کر خوش ہوتے رہے۔

انھیں پہاڑوں اور سبزہ زاروں کے مقابلے میں ویرانے اور ریگستان اچھے لگتے تھے۔ چولستان سے تو انھیں محبت تھی (کوریجہ، ۷۔۲۵۶)، جہاں انھوں نے کافی وقت بھی گذارا تھا اور جسے انھوں نے اپنی کافیوں میں امر کر دیا ہے۔ ایک بار انھوں نے کہا:

مجھے اگر چہ ہر قسم کے ویرانوں اور بیابانوں سے محبت ہے لیکن مَیں
چولستان کو کوہستان پر ترجیح دیتا ہو، اس وجہ سے کہ پہاڑوں سے
ہیبت اور خوف برستا ہے لیکن چولستان سراسر فرحت اور انبساط کا
مقام ہے (رکن الدین، ۴۷۵)

اپنے ملفوظات میں انھوں نے ایک اور مقام پر بھی چولستان کے بارے میں اپنی محبت کا اظہار کیا اور بتایا کہ اسی سبب سے وہ ستّی سے بھی اُنس رکھتے ہیں (رکن الدین، ۱۰۸۱) ملفوظات میں ایسی کیفیات کا بیان یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ ہر رنگ میں مظاہرِ فطرت کے دل دادہ تھے اور انھیں زندگی کے بارے میں شکر گزاری اور اطمینان کا بہرۂ وافر ودیعت کیا گیا تھا۔ ان تمام باتوں سے ان کے تجربے کی ہمہ گیری اور وسعت بھی جھلکتی ہے۔ گویا openness to experience ان کی شخصیت کا اہم حصّہ تھا۔ وہ پرندوں سے بھی پیار کرتے تھے اور انھوں نے کئی بار قیدی پرندے آزاد کرائے (رکن الدین، ۵۰۹) بعض اوقات کوئی دینی، روحانی یا اخلاقی کوتاہی دیکھ کر انھیں غصّہ بھی آ جاتا تھا۔ ایسی حالت میں ان کے ماتھے پر دو رگیں ابھر آتی تھیں (رکن الدین، ۶۱۷)۔

خواجہ غلام فرید نے اپنی کچھ خاص کیفیتیں بھی بیان کی ہیں جن کا ذکر بے حد ضروری ہے۔ خواجہ غلام فرید خود کو کوئی مافوق الفطرت انسان نہیں سمجھتے تھے اور نہ یہ خواہش رکھتے تھے کہ دوسرے لوگ

انھیں ماورائی مخلوق سمجھیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے لیے کوئی نام نہاد تاثر سازی نہیں کرتے بلکہ بعض اوقات وہ اپنے کچھ ایسے حساس پہلوؤں پر بھی کھلے دل سے بات کرتے ہیں، جن پر عموماً مصنوعی قسم کی شخصیات گہرے پردے ڈال کر رکھنے کی عادی ہوتی ہیں تاکہ عام لوگوں میں قائم ہونے والے ان کے اچھے تاثر کو کوئی ٹھیس نہ لگے۔ ایک بار انھوں نے وجد و رقص پر بات کرتے ہوئے بتایا کہ ابتدا میں کئی بار جب وہ اپنے پیر و مرشد، جو ان کے بڑے بھائی بھی تھے، کی خدمت میں جاتے اور بیٹھ جاتے۔ وہ تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھے ہوتے یا سو رہے ہوتے تو شدّتِ محبت میں ان کا جی چاہتا تھا کہ ان کے پاؤں چھوئیں۔ ان خیال سے دل میں اتنی جنبش پیدا ہوتی کہ پورا بدن کانپنے لگتا اور وہ بے اختیار ہو کر ماہیِ بے آب کی طرح تڑپنے لگے۔ ضبط کی کوشش کرتے تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا اور کچھ دکھائی نہ دیتا۔ پھر انھوں نے بتایا کہ کبھی کبھی غصّے کی شدّت میں بھی یہی کیفیت طاری ہو جاتی تھی (رکن الدین، ۷۲۵)

ایک اور محفل میں انھوں نے بیان کیا کہ جب وہ بیس سال کے لگ بھگ تھے تو ان پر ایک قسم کا جذب اور دیوانگی سی طاری ہو گئی تھی۔ اس کے زیر اثر ان کی آدھی قوتِ حافظہ ختم ہو گئی جب کہ اس سے پہلے ان کا حافظہ اتنا تیز تھا کہ وہ قرآن کریم کے چار چار رکوع سہولت سے حفظ کر لیا کرتے تھے (رکن الدین، ۸۸۸)۔

کسی اور موقع پر ایک سائل نے انھیں اپنے کچھ احوال سنائے اور دعا کی درخواست کی تو انھوں نے بہترین روحانی و نفسیاتی معالج کے طور پر (Qaiser, xxxvi) اس کی ہمت افزائی کرتے ہوئے اپنا ایک تجربہ بھی بتایا کہ ابتدا میں ان پر بھی جذب غالب ہو گیا تھا یہاں تک کہ وہ پورا ایک سال نمازیں بھی ادا نہیں کر سکے تھے (رکن الدین، ۹۸۳)۔ سیاق و سباق سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کیفیت عشقِ مجازی کے کسی تجربے کے بعد پیدا ہوئی تھی۔

انھی ملفوظات سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ایک بار خواجہ غلام فرید نے سفر میں کسی مرید قوال سے قوالی سنی اور ان پر اتنا جوش و وجد طاری ہوا کہ بے خود ہو کر گر پڑے۔ لوگوں نے خوشبو سنگھائی،

عرقِ گلاب چھڑکا تب کہیں ہوش میں آئے۔اس کے بعد وہ احساساتی و وجدانی سطح پر بہ ظاہر کچھ عدمِ استحکام کا شکار بھی ہوئے اور ان پر کچھ عرصہ یہ حالت غالب رہی کہ اکثر خواب میں بھی وجد کرتے اور ڈراؤنے خواب دیکھتے۔انھوں نے اپنا ایسا ایک خواب بیان بھی کیا ہے کہ ایک بار خان پور کے نواح میں ایک درگاہ پر رات کو املی کے ایک درخت کے قریب سوئے۔خواب میں دیکھا کہ اس درخت کے ہر پتے اور ہر شاخ سے خون ٹپک رہا ہے۔اس کے بعد دیکھا کہ کسی شخص نے نواب صادق محمد خان والی بہاول پور کے والد نواب بہاول خان کو گولی مار دی ہے۔اس کے ساتھ ہی آنکھ کھل گئی۔دو تین ماہ بعد نواب بہاول خان کی وفات کی خبر آ گئی۔

☆☆☆

کتابیات

۱۔ رکن الدین، مولانا (۱۹۸۴)، اشاراتِ فریدی: مقابیس المجالس، **الفیصل**، لاہور

۲۔ شیخ، محمد سعید احمد (۲۰۰۳)، جہان فرید : حضرت خواجہ غلام فرید کی فکر کے مختلف زاویے، علمی تناظر میں، **بیکن بکس، ملتان**

۳۔ کوریجہ، خواجہ طاہر محمود (۲۰۰۶)، خواجہ فرید اور ان کا خاندان، **الفیصل**، لاہور

4. Qaiser, Shahzad (2009), *The Message of Diwan -i- Farid*, Suhail Academy, Lahore.